قسط نمبر 1

کیا قرآن سے حلالہ ملعونہ مروجہ کا اثبات ہوتا ہے؟

جواز کے دلائل کا ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ

تحریر: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف...... مدیر شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام۔لاہور

تفویض طلاق کے مسئلے میں جس طرح فقہائے احناف کا مسلک ایک طرح کی شریعت سازی کے مترادف ہے جس کی ضروری تفصیل بیان ہو چکی ہے۔اسی طرح انہوں نے مروجہ لعنتی حلالے کو بھی نہ صرف جائز بلکہ اسے باعث اجر وثواب قرار دے کر شریعت کے ایک نہایت اہم حکم کی پامالی کا راستہ کھول دیا ہے، یا بہ الفاظ دیگر تفویض طلاق کی طرح ایک اور شریعت سازی کر رکھی ہے۔

شریعت اسلامیہ میں جس عورت کو طلاق بتہ (الگ الگ تین موقعوں پر تین طلاقیں یا احناف کے نزدیک بیک وقت ہی تین طلاقیں) مل گئی ہوں، اس کیلئے حکم ہے کہ اس کے بعد وہ پہلے خاوند سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح نہ کرے اور اس کے پاس ہی آباد نہ رہے پھر اگر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ طلاق دے دے، یا فوت ہو جائے تو عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

لیکن طلاق بتہ مل جانے کے بعد پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنے کیلئے یہ حیلہ اختیار کرنا کہ کسی مرد سے شرط کر کے نکاح کر کے ایک دو راتیں اس کے پاس گزار کر طلاق حاصل کر لینا اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لینا، اس حیلے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے لعنتی فعل قرار دیا ہے اور حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(لَعَنَ اللّٰهُ المحلل والمحلل له) بلکہ ایک اور حدیث میں حلالہ کرنے والے شخص کیلئے (التَّيسُ المستعار) ''کرائے کا سانڈ'' جیسے کریہہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ [ابن ماجہ، باب المحلل، حدیث 1936] اور قرآن یا حدیث میں اس قسم کے الفاظ کہ یہ باعث لعنت ہیں یا (رجس) ''ناپاک'' ہیں،

شیطانی عمل ہیں، وغیرہ۔ ان سے مقصود ان کاموں کی حرمت و ممانعت ہوتی ہے۔ جیسے شراب کو 'رِجس' اور شیطانی عمل کہا گیا ہے، فضول خرچی کرنے والوں کو شیاطین کا بھائی کہا، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ یہ افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ان کے مرتکبین ملعون ہیں۔ اپنے لیے کئے جائیں یا کسی دوسرے کی خاطر۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ حرام کام اپنے لیے ممنوع ہو، وہ کسی دوسرے شخص کی خاطر کرنے کی وجہ سے جائز ہو جائے۔ علاوہ ازیں حرام کام حسن نیت سے حلال نہیں ہو جائے گا، وہ حرام ہی رہے گا، الاّ یہ کہ کسی نص سے کوئی استثناء ثابت ہو۔ مروجہ حلالے کو بھی شریعت میں لعنت کا باعث قرار دیا گیا ہے اور اس کی بابت کسی قسم کا استثناء بھی ثابت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا اقتضا یہ ہے کہ ایسا مشروط نکاح حلالہ یا حلالے کی نیت سے کیا گیا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا بلکہ یہ زنا کاری شمار ہوگا اور اس زنا کاری سے وہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال نہیں ہوگی۔

آثارِ صحابہؓ

صحابہ کرامؓ نے بجا طور پر ان فرامین رسولؐ کا یہی مطلب سمجھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

(لَا أُوتِى بِمُحَلِّلٍ وَ لَا بِمُحَلَّلَةٍ اِلَّا رَجَمتُهُمَا) ''میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس کے ساتھ حلالہ کیا گیا، لائے جائیں گے تو میں دونوں کو سنگسار کردوں گا، یعنی زنا کاری کی سزا دوں گا۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو مطلقہ عورت سے اس کے خاوند کیلئے اسے حلال کرنے کی نیت سے شادی کرتا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: (كِلَاهُمَا زَانٍ مَكَثَا وَ كَذَا، ذكر عشرين سنة اونحو ذلك كان الله يَعْلَمُ اَنَّهُ يُرِيْدُ اَن يُحِلَّهَالَهُ) ''دونوں (مرد و عورت) زانی ہیں، چاہے وہ اس نکاح میں 20 سال یا اس کے قریب بھی رہیں، جب کہ اللہ کے علم میں ہو کہ اس شخص کی نیت اس عورت کو اس کے خاوند کیلئے حلال کرنے کی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا: میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، پس اللہ نے اس کو پشیمانی میں ڈال دیا ہے اور اس نے شیطان کی پیروی کی ہے، اب اس کیلئے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

اس نے مزید پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو میری چچی سے اس کو میرے چچا

کیلئے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کرلے؟ آپؐ نے فرمایا: (مَن یُخَادِعُ اللّٰہَ یَخدَعهُ) ''جو اللہ سے دھوکہ کرتا ہے، اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کا گواہ بننے والے، اس کے لکھنے والے اور دیگر بعض ممنوع کام کرنے والوں اور حلالہ کرنے والے اور کروانے والے، ان سب کی بابت فرماتے ہیں (مَلعُونُونَ عَلی لِسَانِ محمدٍ ﷺ یَومَ القِیَامَةِ) ''یہ سب قیامت کے روز نبی ﷺ کی زبان مبارک کی رُو سے ملعون ہوں گے۔''

فرمانِ رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے مؤقف کے برعکس فقہائے احناف کا مسلک

لیکن رسول اللہ ﷺ کے واضح فرمان اور آثار صحابہؓ کی رُو سے یہ لعنتی فعل ''حلالہ'' فقہائے احناف اور موجودہ علمائے احناف کے نزدیک نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ باعث اجر کام ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اب تک تو ہم سنتے ہی آئے تھے کہ علمائے احناف حلالے کے جواز کا فتوی دیتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ موجودہ علمائے احناف میں ایک نہایت برسر آوردہ عالم مولانا تقی عثمانی صاحب ہیں جن کو ان کے عقیدت مندوں نے شیخ الاسلام کے لقب سے بھی نوازا ہوا ہے۔ جن کا اس دور میں ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ ''میزان بینک'' کے نام سے جو بینک قائم ہوا ہے، اس کو غیر سودی بینک قرار دے کر سودی طریقوں کو سند جواز مہیا کی ہے۔ گویا فقہی حیلوں کے ذریعے سے حرام کو حلال کرنے میں ان کو خصوصی مہارت حاصل ہے۔ اللہ کرے زورِ فقاہت اور زیادہ۔ اسی فقہی مہارت کے ذریعے سے انہوں نے حلالہ جیسے لعنتی فعل کے جواز میں بھی سات دلائل مہیا کئے ہیں جو، ان کے ''درس ترمذی'' نامی کتاب کی زینت ہیں۔

ہم مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر ان دلائل سبعہ کا مختصراً جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم ترتیب وار ان پر گفتگو کریں گے۔ پہلے مولانا موصوف کی عبارت اور تبصرہ کے عنوان سے اس پر نقد ہوگا۔ وبیداللہ التوفیق۔

مولانا عثمانی صاحب حدیث (لعن اللّٰہ المحلِّل والمحلّل له) (ترمذی) کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث کی بنا پر نکاح بشرط التحلیل بالاتفاق ناجائز ہے البتہ اگر عقد میں تحلیل کی شرط نہ لگائی گئی ہو لیکن دل میں یہ نیت ہو کہ کچھ دن اپنے پاس رکھ کر چھوڑ دوں گا۔ تو حنفیہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے بلکہ امام ابوثور کا قول

ہے کہ ایسا کرنے والا ماجور ہوگا۔'' (درس ترمذی)

تبصرہ

حالانکہ مشہور حدیث ہے (انما الأعمال بالنیات) ''اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے'' علاوہ ازیں نیت کا تعلق بھی صرف حلال کاموں سے ہے۔ حرام کام کرتے وقت نیت کتنی بھی اچھی ہو، وہ حلال نہیں ہوگا نہ اس پر اجر ملے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک حرام کام کرتے وقت زبان سے اس کو حلال کرنے کا اظہار نہ ہو لیکن اگر دل میں اس کو حلال سمجھتے ہوئے کرے گا تو نہ وہ حلال ہوگا اور نہ اس پر اجر ملے گا بلکہ ہوسکتا ہے وہ ڈبل جرم کا مرتکب سمجھا جائے۔ ایک حرام کام کو اختیار کرنے کا، دوسرا حرام کو حلال سمجھنے کا بلکہ ایک تیسرا جرم کسی دوسرے کیلئے حرام کو حلال کرنے کا۔ پھر یہ کون سا اصول ہے کہ زبان سے تو تحلیل کا نہ کہے لیکن دل میں تحلیل کی نیت کر لے تو وہ نہ صرف جائز بلکہ قابل اجر ہو جائے گا؟

اس فقہی حیلے کی رُو سے تو ہر حرام کام حلال اور جائز قرار پا جائے گا۔ مثلاً: ایک چور اس نیت سے چوری کرے، ایک ڈاکو اس نیت سے ڈاکہ ڈالے کہ میں اس رقم کو غریبوں پر خرچ کروں گا۔ اسی طرح کوئی سود بھی غریبوں پر اور رشوت بھی غریبوں پر خرچ کرنے کی نیت سے لے۔ تو کیا اچھی سی نیت کر لینے سے مذکورہ حرام کام نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر ہو جائیں گے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے کہ حسن نیت سے کوئی حرام کام بھی جائز ہوسکتا ہے تو پھر حلالہ جیسا حرام اور لعنتی فعل محض اس نیت سے کہ میرے اُس حرام کام سے دوسرے شخص کا اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہو جائے گا، اور ایک دوسرے بھائی کا بھلا ہو جائے گا۔ کیسے حلال اور جائز بلکہ ماجور کام قرار پا جائے گا؟

مولانا تقی عثمانی ؒ فرماتے ہیں: ''امام احمدؒ کے نزدیک یہ صورت بھی (بہ نیت تحلیل عارضی نکاح) ناجائز اور باطل ہے، وہ حدیث باب کے اطلاق سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں محلل پر مطلقاً لعنت کی گئی ہے اور تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم (احناف) یہ کہتے ہیں کہ تخصیص تو آپ نے بھی کی ہے۔ وہ اس طرح کہ حدیث باب کے اطلاق کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر نکاح نہ بشرط التحلیل ہوا اور نہ بنیۃ التحلیل ہو پھر بھی اگر زوج ثانی طلاق دے کر اس کو زوج اول کیلئے حلال کر دے تو بھی ناجائز ہو کیونکہ محلل کا لفظ اس پر بھی صادق آتا ہے حالانکہ ایسا شخص کسی کے نزدیک بھی ملعون نہیں۔'' [درس ترمذی)

یہ ساری گفتگو محض اپنی بات کو جائز قرار دینے کیلئے ہے۔ نیز خلاف حقیقت ہے۔ یہ دعویٰ کہ ''ایسا شخص کسی کے نزدیک بھی ملعون نہیں۔'' یکسر غلط ہے جب ایسا شخص زبان رسالت مآب ﷺ کی رُو سے ملعون ہے تو اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ علاوہ ازیں کوئی اور اسے ملعون کہے یا نہ کہے، جب رسول اللہ ﷺ اسے ملعون قرار دے رہے ہیں تو کیا اس کے بعد بھی اس کے ملعون ہونے کیلئے کسی ہمہ شما کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کیا آپ ﷺ کا ملعون قرار دینا اس کے ملعون ہونے کیلئے کافی نہیں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، یعنی یہ دونوں ملعون ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اور بھی بہت سے کام کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، یعنی وہ سب ملعون ہیں۔ جیسے: رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے، اس کا گواہ بننے والے اور اس کے لکھنے والے پر۔(لَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَ مُوكِلَهُ وَ شَاهِدَهُ وَ كَاتِبَهُ)[ابوداوٗد، حدیث 3333](لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرتَشِيَ) ''رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ شراب، اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے (ساقی)، اس کو اٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے، پر لعنت فرمائے۔'' [ابوداوٗد، حدیث: 3674](لَعَنَ رَسولُ اللّٰه ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبسَةَ الْمَرأَةِ، وَالْمَرأَةَ تَلْبَسَ لِبسَةَ الرَّجُل) ''رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا اور اس عورت پر جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔''

متعدد فیشنی عورتوں پر لعنت فرمائی

(لعن اللّٰه الواشمات والمستوشمات)[ابوداوٗ، حدیث: 4169] ''کیا یہ اور دیگر بہت سے لعنتی کام اس وقت ہی لعنتی اور ان کے کرنے والے اس وقت ہی ملعون ہوں گے جب ان کو کوئی خود ساختہ امام ہی ملعون قرار دے گا؟ کیا نبی ﷺ کا ان کو ملعون قرار دینا کافی نہیں ہوگا؟ اور کیا نبی ﷺ کے مذکورہ کاموں اور ان کے مرتکبین کو ملعون قرار دینے کے بعد کسی فقہی حیلے سے انہیں جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر ان میں سے کوئی ملعون کام حلال نہیں ہوسکتا تو حلالہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ حلالہ ملعونہ کو کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ

اس کوملعون کے بجائے مأجور (قابل اجر) مان لیا جائے؟

آخر دوسرے ملعون کام اور حلالہ ملعونہ میں کیا فرق ہے جس کی بنیاد پر ایک تو حلال ہو جائے اور دوسرے حرام کے حرام ہی رہیں؟ ﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین﴾ مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''پھر نکاح بشرط التحلیل امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک محقق ہی نہیں ہوتا اور نہ اس سے عورت زوج اول کیلئے حلال ہوتی ہے جبکہ ہمارے (احناف) کے نزدیک ایسا کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب کرلے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور عورت زوج اول کیلئے حلال ہو جائے گی۔'' [درس ترمذی]

تبصرہ

یہ منطق بھی ناقابل فہم ہے کہ حلالہ اگرچہ حرام ہے لیکن اس کے ارتکاب سے نکاح منعقد ہو جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حرام کام بوقت ضرورت کرنے جائز ہیں اور اس کے ارتکاب سے وہ سارے مقاصد بھی حاصل ہو جائیں گے جو حلال کام کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں۔ پھر حلال، حرام کے درمیان کوئی فرق تو نہ رہا۔ ایک شخص کسی کا مال حرام طریقے (چوری، ڈاکے، غصب وغیرہ) سے حاصل کرلے، تو یہ فعل تو حرام ہے لیکن کیا یہ حاصل شدہ مال اسی طرح جائز ہے جس طرح حلال طریقے سے حاصل کردہ مال ہی کی طرح جائز ہوگا؟

اسی طرح ایک کام حرام ہونے کے باوجود جائز ہو سکتا ہے تو پھر شیعوں کا نکاح متعہ بھی حلال ہونا چاہیے، اس کو حرام اور ناجائز کیوں کہا جاتا ہے؟ یا پھر ان دونوں حراموں کے درمیان فرق بتلایا جائے کہ نکاح حلالہ حرام ہونے کے باوجود اس لیے حلال ہے بلکہ باعث اجر ہے اور نکاح متعہ اس لیے حلال نہیں ہے۔ اس فرق کی وضاحت کے بغیر ایک حرام کو حلال اور دوسرے کو حرام ہی کیونکر سمجھا جا سکتا ہے؟

مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''ان حضرات کا استدلال حدیث باب (لعن رسول اللہ ﷺ المحلل والمحلل له) سے ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں نھی عن التحلیل ہے، نفی نکاح نہیں ہے اور نھی عن الافعال الشرعیة اصل فعل کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے کما تقرر فی اصول الفقہ'' [درس ترمذی]

تبصرہ

مولانا موصوف کے اس پیرے کا مطلب غالباً یہ ہے کہ نکاح حلالہ کو ملعون قرار دے کر نکاح حلالہ سے

روکنا مقصود ہے۔ کیونکہ اس نہی (روکنے) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نکاح حلالہ منعقد ہی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نہی (ممانعت) اصل فعل کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن کاموں پر لعنت فرمائی ہے (جن سے متعلق چند احادیث پہلے بیان ہوئی ہیں) ان سے اصل مقصود تو نھی (روکنا) ہی ہے لیکن اصول فقہ کی رو سے یہ نھی (روکنا) بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسے تمام افعال شرعیہ (جن سے روکا گیا ہے) اس فعل کی اصل مشروع (جائز) ہے۔ یعنی شراب کا بنانا، پینا، بیچنا، سود کا کھانا، رشوت کا لینا، دینا وغیرہ وغیرہ، ان کو ملعون قرار دینے سے مقصود تو یقیناً نَھی (روکنا) ہے لیکن اصل میں یہ سب مشروع (جائز) کام ہیں اس لیے یہ سب کام کرنے اصل کے اعتبار سے جائز ہوں گے۔ اگر کوئی ان کا ارتکاب کرلے گا تو اس کیلئے ان کا جواز ہوگا اور وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

ہمیں اصول فقہ میں مہارت کا دعویٰ تو نہیں ہے۔ لیکن موصوف کی ظاہری عبارت کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہی آیا ہے، اس کی تائید اس بات سے ہو رہی ہے کہ جس سیاق میں اس خود ساختہ اصول کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نکاح حلالہ کا جواز مہیا کرنا ہے جبکہ خود موصوف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ شریعت میں اس کی بابت نھی (ممانعت) بصورت لعنت وارد ہے، اس کے باوجود وہ ایک خانہ ساز فقہی اصول کے حوالے سے اسے اصل کے اعتبار سے مشروع (جائز) قرار دے رہے ہیں۔ بنا بریں ہم نے جو سمجھا ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔

اس اعتبار سے یہ فقہی اصول بھی ان خود ساختہ اصولوں میں سے ایک ہے جو نہ امام ابوحنیفہؒ سے ثابت ہے اور نہ صاحبین (قاضی ابو یوسف اور امام محمد) سے بلکہ جب تقلیدی جمود میں شدت آئی تو خود ساختہ فقہی مسائل سے متصادم صحیح احادیث کو ٹھکرانے کیلئے یہ اصول وضع کئے گئے۔ ان اصولوں کے ذریعے سے ہر صحیح حدیث کو، جسے احادیث کے نقد و تحقیق کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں رد نہیں کیا جاسکتا، اسے ان وضعی اصولوں میں سے کسی ایک اصول کا سہارا لے کر ٹھکرا دیا جاتا ہے، جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ ان خانہ ساز اصولوں کی درانتی سے کام لینے والوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس سے ہمارے ایک فقہی جزیئے کا جواز تو مہیا ہو جائے گا لیکن اس کی زد شریعت کے کتنے ہی حرام کاموں پر پڑے گی اور اس ایک فقہی مسئلے کے اثبات سے کتنے ہی حرام کاموں کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

مولانا عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''شافعیہ کے مسلک (کہ حلالہ حرام ہے) پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ (**عن عمر بن نافع عن ابیه أنه قال جاء رجل الی ابن عمرؓ فسأله عن رجل طلق امرأته ثلاثا فتزوجها أخ له من غير مؤامرة منه ليحلها لأ خيه، هل تحل للأول؟ قال: لا، الا نكاح رغبة، كنا نعد هذا سفاحًا على عهد رسول الله ﷺ**) اس روایت کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں ذکر کیا ہے اور صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے اور حافظ ذھبیؒ نے بھی اس پر سکوت کیا ہے۔

اس استدلال کا کوئی جواب احقر کی نظر سے نہیں گزرا، البتہ اس کا یہ جواب سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم کی آیت (**حتی تنکح زوجا غیره**) میں مطلق نکاح کا ذکر ہے خواہ شرط تحلیل کے ساتھ ہو یا بغیر شرط تحلیل کے۔ اس پر خبر واحد سے زیادتی نہیں کی جاسکتی۔'' [درس ترمذی]

تبصرہ

مولانا موصوف کے اس مفصل پیرے پر تبصرہ سے پہلے اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں جس کا ترجمہ انہوں نے نہیں کیا، نیز روایت کی صحت مان لینے اور اس کا کوئی جواب نہ ہونے کے اعتراف کے باوجود، ایک خودساختہ اصول کی آڑ لے کر اس صحیح حدیث کو رد کر دیا۔

ترجمہ حدیث: ''ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کے بھائی نے اپنے بھائی سے مشورہ کئے بغیر اس کی بیوی (اپنی بھابھی) سے اس نیت سے شادی کر لی تا کہ وہ بھائی کیلئے اپنی (مطلقہ ثلاثہ) بیوی سے (دوبارہ) نکاح کرنے کو جائز کردے۔ (یعنی بنیۃ التحلیل عارضی نکاح کی بابت پوچھا، جس کو احناف جائز کہتے ہیں، کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس طرح وہ زوج اول کیلئے حلال ہو جائے گی؟) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: یہ نکاح نہیں ہے۔ نکاح تو وہ ہے جو (بغیر شرط تحلیل اور بغیر نیت تحلیل کے) اپنی رغبت سے کیا جائے (گویا یہ زنا ہے) ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسے نکاح کو زنا سمجھتے تھے۔''

کتنی واضح حدیث ہے اور اس کے ساتھ یہ اعتراف بھی ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کا کوئی جواب بھی آج تک کسی حنفی عالم نے نہیں دیا ہے (سبحان اللہ، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے) اس صحیح اور لاجواب

حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ نکاح حلالہ چاہے شرط کے ساتھ نہ بھی ہو لیکن نیت حلالے کی ہو تو وہ حرام اور زنا کاری ہے۔ زنا کاری کے ذریعے سے ایسی عورت پہلے خاوند کیلئے کس طرح حلال ہو جائے گی؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پہلے میاں بیوی حلالہ ملعونہ کے بعد دوبارہ آپس میں بظاہر ازدواجی تعلق قائم کریں گے تو یہ جائز ملاپ نہیں ہوگا بلکہ وہ زانیوں کا ملاپ ہوگا اور ساری عمر زنا کاری کے مرتکب رہیں گے۔

قرآنی آیت سے استدلال کی حقیقت

اب ہم آتے ہیں قرآن کریم کی آیت ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ کی طرف جس کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے اس صحیح حدیث کو، جس سے اس آیت کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور صحیح مفہوم کی وضاحت بھی، اپنے ایک خود ساختہ اصول کے حوالے سے ٹھکرا دیا ہے۔ اور وہ حدیث ہے۔ (**لعن اللّٰہ المحلل والمحلل لہ**) [ترمذی]۔

قرآن کریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کے بعد اب خاوند اپنی مطلقہ بیوی سے نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح کے ذریعے ہی سے ان کے درمیان تعلق بحال ہو سکتا ہے جبکہ پہلی اور دوسری طلاق میں دونوں راستے کھلے ہوتے ہیں، عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے اور عدّت گزر جانے کے باوجود دوبارہ ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد یہ دونوں ہی راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اب ان کے درمیان دوبارہ نکاح کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ مطلقہ کسی اور شخص سے نکاح کرے، پھر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ طلاق دے دے، یا وہ فوت ہو جائے تو طلاق یا وفات کی عدت گزارنے کے بعد وہ زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین حلالے کا یہی واحد مشروع طریقہ بیان کرتے ہیں، کسی بھی مفسر نے یہ جرأت نہیں کی کہ اس آیت کے عموم سے حلالہ ملعونہ کا بھی جواز ثابت کرے جس سے نکاح متعہ بھی از خود جائز قرار پا جائے۔ ماضی قریب کے چند حنفی مفسرین کے حوالے ملاحظہ فرمائیں جن سب کا خصوصی تعلق دار العلوم دیوبند ہی سے ہے جو پاک و ہند کے علمائے احناف کی مُسلّمہ مادر علمی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم لکھتے ہیں: ''پھر اگر (دو طلاقوں کے بعد) کوئی (تیسری) طلاق بھی دے دے عورت کو تو پھر وہ (عورت) اس (تیسری طلاق دینے والے) کیلئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد، یہاں تک کہ وہ اس (خاوند) کے سوا اور خاوند

کے ساتھ (عدّت کے بعد) نکاح کرے (اور اس سے ہم بستری بھی ہو) پھر اگر یہ (دوسرا خاوند) اس (عورت) کو طلاق دے دے (اور عدت بھی گزر جائے) تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ (دوبارہ نکاح کر کے) بدستور پھر مل جاویں......'' (اس آیت کے اس تفسیری ترجمے کے بعد مولانا تھانوی فرماتے ہیں)۔اس کو حلالہ کہتے ہیں، جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاق دے گا پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کیلئے یہی حلالے کا طریق شرط ہے......''

مولانا تھانوی نے ''بہشتی زیور'' میں بھی اس مسئلے کو بیان کیا ہے لیکن اس میں اپنے تقلیدی جمود کو نہیں چھوڑا اور حلالے والے نکاح کو حرام اور باعث لعنت قرار دینے کے باوجود نکاح کا جواز تسلیم کیا ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. چنانچہ لکھتے ہیں: ''اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس کو اختیار ہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب چاہے چھوڑے اور یہ اقرار کر کے نکاح کرنا بہت گناہ اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے لیکن نکاح ہو جاتا ہے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد محترم مفتی محمد شفیع مرحوم اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''یعنی اگر اس شخص نے تیسری طلاق بھی دے ڈالی (جو شرعاً پسندیدہ نہ تھی) تو اب نکاح کا معاملہ بالکلیہ ختم ہو گیا۔ اس کو رجعت کرنے کا کوئی اختیار نہ رہا، اور چونکہ اس نے شرعی حدود سے تجاوز کیا کہ بلاوجہ تیسری طلاق دے دی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اب اگر یہ دونوں راضی ہو کر پھر آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی نہیں کر سکتے اب ان کے آپس میں دوبارہ نکاح کیلئے شرط یہ ہے کہ یہ عورت (عدت طلاق پوری کر کے) کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور حقوق زوجیت ادا کر کے دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، پھر اگر اتفاق سے وہ دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے (یا مر جائے) تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے۔ آیت کے آخری جملے (فان طلقھا فلا جناح علیھما أن یتراجعا) کا یہی مطلب ہے۔''

یعنی والد مرحوم نے اللہ کی منشا یہ سمجھی کہ تیسری طلاق دینے والے کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریق حلالہ کے بغیر اب یہ دونوں میاں بیوی باہمی رضامندی کے باوجود بھی دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے۔ لیکن صاحبزادہ گرامی قدر فرماتے ہیں کہ تیسری طلاق بھی دے دی ہے تو کوئی فکر والی بات نہیں ہے، ایک دو راتوں کے لیے کسی سے عارضی نکاح کر دیا جائے، پھر اس سے طلاق لے کر (عدت گزارنے کے بعد) دونوں میاں بیوی دوبارہ نکاح کر لیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ تو تیسری طلاق دینے والے کو ایک مخصوص سزا دے کر طلاق دینے کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتا ہے تاکہ گھر برباد نہ ہوں اور بچے والدین کی شفقت اور نگرانی سے محروم نہ ہوں لیکن حلالہ ملعونہ کو حلال ثابت کرنے والے یا بقول علامہ اقبال، قرآن کو بدلنے (اللہ کی منشا کو ختم کرنے والے) فقیہان حرم طلاق کی حوصلہ افزائی فرمارہے ہیں۔ اور وہ بھی کس وجہ سے؟

کیا ان کے پاس موقف کی کوئی نقلی دلیل ہے؟ نہیں۔ یقیناً نہیں۔ کوئی عقلی دلیل ہے؟ نہیں، وہ بھی یقیناً نہیں ہے۔ سوائے اس تقلیدی جمود کے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جو اہل تقلید کا ہر دور میں شعار رہا ہے اور علم و تحقیق کے اس دور میں بھی وہ اپنی اسی روش پر مصر ہیں۔ اور دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی واضح نصوص کے مقابلے میں اس تقلیدی جمود کو یہ علمائے مقلدین خود بھی یکسر ناجائز، حرام اور کفر کے قریب طرز عمل قرار دیتے ہیں، جس کو ہماری اس بات میں شبہ ہو، وہ ''تذکرہ الرشید'' میں مولانا اشرف تھانوی کا وہ مکتوب پڑھ لیں جو مقلدین کے اسی طرز عمل کی بابت انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو تحریر کیا تھا، اور ان کے فتاویٰ امدادیہ میں بھی اس کی صدائے بازگشت سُنی جاسکتی ہے۔ اس قسم کی رائے کا اظہار مولانا محمود الحسن مرحوم نے ''ایضاح الادلۃ'' میں کیا ہے اور خود مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنی تالیف ''تقلید کی شرعی حیثیت'' میں بھی کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی متعدد کتابوں (حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید، الانصاف اور التفہیمات وغیرہ) میں اس طرز عمل کا شکوہ اور اپنے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ طوالت سے بچنے کیلئے ہم نے صرف حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ تاہم ہم یہاں شاہ ولی اللہؒ کا صرف ایک اقتباس پیش کر کے آگے چلتے ہیں کیونکہ یہ بات تو درمیان میں ضمناً نوک قلم پر آگئی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''اگر تم اس امت میں یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو تو ان علمائے سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب اور اپنے اسلاف کی تقلید کے خوگر اور کتاب و سنت سے روگردانی کرنے والے ہیں اور جو عالموں کے تعمق اور تشدد یا ان کے بے اصل استنباط کو سند ٹھہرا کر معصوم شارع کے کلام سے بے پرواہو گئے ہیں اور موضوع حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا مُقتَدیٰ بنا رکھا ہے۔''

مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم بھی حنفیت کے تقلیدی جمود سے باہر نہ نکل سکے اور اس لعنتی فعل کے ذریعے سے جواز نکاح کے قائل رہے۔ ہم اس آیت کی وضاحت میں ان کا تفسیری نوٹ نہایت گراں قدر ہے۔ فرماتے ہیں: ''اس شرط کے ساتھ نئے شوہر کا کسی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنا کہ بعد صحبت طلاق دے